



## سوال

(19) کیا سامع بھی قاری کی طرح قرآن کی آیات کا جواب دے سکتا ہے جس کے جواب دینے کا حکم آیا ہے۔

## جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عمر و کتنا ہے کہ آیت الیس اللہ با حکم الحاکمین اور سج اسم ربک الاعلیٰ اور فبای حدیث بعدہ یؤمنون وغیرہ آیات کا جواب جس طرح قاری کو دینا چاہیے، اسی طرح سامع کو بھی دینا چاہیے اور زید کتنا ہے کہ ان آیات کا جواب صرف قاری کو دینا چاہیے، پس ان دونوں میں سے کس کا قول حق و صواب ہے۔

## الجواب بعون الوهاب بشرط صحة السؤال

و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ، والصلوة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

صورت مسئول عنہا میں عمر و کا قول اقرب الی الصواب ہے۔ یعنی آیات مذکورہ کا جواب جس طرح سے قاری کو دینا چاہیے، اسی طرح سے سامع کو بھی چاہیے، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بوقت قرأت ان آیتوں کا جواب دینا ثابت ہے۔ اور آپ کا کل قول و فعل امت کے لیے ہر وقت دستور العمل ہے۔ تاؤفقہ اس کی تخصیص کسی خاص وقت یا شخص خاص یا حالت خاص کے ساتھ ثابت نہ ہو۔ مثلاً رفع الیدین اور وضع الیدین علی الصدر اور رفع سبابہ فی التہنید اور جلسہ استراحت اور تورک اور قبل افتتاح قرأت کے اللہ اکبر کبیر او الحمد للہ کثیر او سبحان اللہ بحرۃ واصیلا یا انی و صحت و صحی للذی فطر السموات والارض لرحم اللہم باعد یعنی بین خطایا یا کما باعدت بین المشرق والمغرب لرحم اللہم یا رکوع میں سبح قدوس رب الملائکة والروح اور سجدہ میں لک سجدہ و صحی و عظامی و صحی پڑھنا وغیرہ ذلک یہ ایسے افعال ہیں جن کی مسنونیت میں کسی طرح کا شک نہیں ہو سکتا ہے اور امت محمدیہ میں سے ہر شخص کے لیے یہ افعال مسنون ہیں۔ خواہ وہ شخص امام ہو یا مقتدی خواہ منفرد ہو، حالانکہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مقتدیوں کو ان امور کی تعلیم فرمائی ہے۔ یا عام طرح پر فرمایا ہے کہ جو شخص جب نماز پڑھے تو ایسا کرے، پھر بھی یہ احکام ہر شخص کے لیے اسی وجہ سے عام رہے، کہ قول و فعل پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تمام افراد امت کے لیے دستور العمل ہوتا ہے جب تک حدیث مرفوعہ ہی سے تخصیص ثابت نہ ہو قال اللہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوة حسنة الآية ترجمہ: تمہارے لیے اللہ کے رسول میں ایک بہترین نمونہ ہے۔

پس بنا پر تقریر ہذا ان آیات کا جواب دینا ہر شخص کو چاہیے، عام ازمین کہ قاری ہو یا سامع، نماز میں ہو یا غیر نماز میں، امام ہو یا مقتدی یا منفرد۔ اتباعا لفضل النبی صلی اللہ علیہ وسلم کما رواہ ابو داؤد عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا قرأ سج اسم ربک الاعلیٰ قال سبحان ربی الاعلیٰ وروی ایضاً عن موسیٰ بن عائشۃ قال کان رجل یصلیٰ فوق بنیہ وکان اذا قرأ الیس ذلک بقادر علی ان ینحی المونی قال سبحانک فیلی فساوہ عن ذلک فقال سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وروی الیہقی عن علی انہ قرأ فی الصبح سبح اسم ربک الاعلیٰ فقال سبحان ربی الاعلیٰ الحدیث وروی ابو داؤد عن عوف بن مالک الاشجعی قال قلت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلتہ فقام فقرأ سورة البقرة لایمر بایة رحمة الاوقف فسأل ولایمر بایة عذاب الاوقف فتعوذ قال ثم رکع بقدر قیامہ یقول فی رکوعہ سبحان ذی الجبروت والملکوت والکبریا والعظمتہ ثم سجد بقدر قیامہ ثم قال فی سجودہ مثل ذلک ثم قام فقرأ بال عمران ثم قرأ سورة الحدیث وخرجه مسلم و الترمذی والنسائی وابن ماجہ بنحو مختصر او مطول او وروی الترمذی عن جابر قال خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی اصحابہ فقرأ علیہم سورة الرحمن من اولھا الی آخرھا فسکتوا فقال لقد قرأتھا علی الجن لیلتہ الجن فکانوا احسن مردودا منکم کنت کما تیت علی قولہ فبای الاء ربکما تکذبان قالوا لا بشی من نعمک ربنا کمکذب فک الحمد انشی۔



ترجمہ: آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب سح اسم ربک الاعلیٰ پڑھتے تھے تو سبحان ربی الاعلیٰ کہتے تھے۔ ایک آدمی اپنے مکان کی ہتھت پر نماز پڑھ رہا تھا۔ جب اس نے ایس ذک بقادر علی ان تیجی الموتیٰ پڑھا۔ تو کہا سبحانک فیلی، لوگوں نے اس بارے میں اس سے پوچھا، تو اس نے کہا، کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کو سنا ہے۔ یہ سنی میں روایت ہے کہ آپ نے صبح کی نماز میں سح اسم ربک الاعلیٰ پڑھا، تو فرمایا سبحان ربی الاعلیٰ، عوف بن مالک کہتے ہیں۔ کہ ایک رات آپ نے نماز میں سورۃ بقرہ شروع کی، جب آپ کوئی رحمت کی آیت پڑھتے تو ٹھہرتے اور خدا سے رحمت کا سوال کرتے اور جب عذاب کی آیت پڑھتے تو اس سے پناہ مانگتے، پھر آپ نے قیام کے برابر رکوع کیا اور اس میں سبحان ذی الجبروت والملوک والکبریا والعظیۃ پڑھتے رہے۔ پھر سجدہ بھی قیام کے برابر کیا۔ اور اس می بھی رکوع والی دعا پڑھتے رہے۔ پھر آپ کھڑے ہوئے تو سورت آل عمران اور سورت پڑھی۔ جابر کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سورۃ الرحمن پڑھی وہ خاموشی سے سنتے رہے۔ آپ نے فرمایا! میں نے جنوں کی رات میں یہی سورۃ جنوں پر پڑھی تھی وہ تم سے جواب دینے میں لچھے رہے۔ جب بھی میں پڑھتا: فبای آلاء ربکم تکذبان تو وہ جواب دیتے! اے ہمارے رب ہم تیری کسی نعمت کا انکار نہیں کرتے، تیرے ہی لیے سب تعریفیں ہیں۔

اس حدیث ترمذی سے یہ امر بھی معلوم ہوا کہ اس قسم کی آیتوں کا جواب قاری یا مصلیٰ کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ خود اس کلام پاک کے معنی اور موقع کے لحاظ سے ہے۔ جب ہی تو آپ نے صحابہ کرام کے سکوت پر اعتراض فرمایا اور جنات کے جواب دینے کو مدعیہ طور پر ذکر فرمایا، حالانکہ آپ نے اس واقعہ سے قبل صحابہ کرام کو اس جواب کی تعلیم نہیں فرمائی تھی۔ پس معلوم ہوا کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جن آیتوں کا جواب دیا ہے۔ وہ اس خصوصیت سے نہیں کہ آپ امام تھے یا قاری تھے۔ بلکہ ان آیتوں کا معنی اور موقع ہی ایسا تھا کہ جب وہ آیت پڑھی جائے تو پڑھنے والا اور سننے والا ہر شخص ان کا مناسب جواب جو احادیث سے ثابت ہو دیوے۔

قال المناوی فی شرح البجام الصغیر کان اذا قرأ قوله تعالى ایس ذک بقادر علی ان تیجی الموتیٰ قال علی واذا قرأ ایس الذک بالحکم الحاکمین قال علی لان قوله بمنزله سوال فیتناج الی الجواب ومن حق الخطاب ان لا یتک الخطاب جوابه فیکون السامع کبیر الغافل او کم لا یسمع مدلول من مر بایہ رحمۃ ان یسأل اللہ الرحمۃ واعداب ان یتخوذ من النار او یدکر الجنت بان یرغب الی اللہ فیھا والنار ان یتعذبه منہا انتہی ثم قال اذا قرأ سح اسم ربک الاعلیٰ سبحان ربی الاعلیٰ کما سمعته فیما قبلہ واخذ من ذک ان للقاری او السامع کما مر بایہ تنزیہ ان ینزه اللہ او تحمید ان یمجدہ او تکبیر ان یکبیرہ و قس علیہ انتہی اور شرح صحیح مسلم للنوی میں ہے: اذا مر بایہ فیھا تسبیح سح واذا مر بسوال سال واذا مر بتعوذ فتعوذ فیہ استجاب حدہ الامور لکل قاری فی الصلوٰۃ او غیرھا و مذہبنا استجابہ للامام و الماموم والمنفرد۔ انتہی وکلذانی کتاب الاذکار للنوی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

جب اللہ تعالیٰ کا یہ قول ایس ذک بقادر علی ان تیجی الموتیٰ پڑھے۔ تو کئے علی، اور جب ایس الذک بالحکم الحاکمین پڑھے و علی کئے، کیوں کہ ان میں سوال کیا گیا ہے۔ جس کا جواب دینا چاہیے اور خطاب کا حق ہے۔ کہ مخاطب کلام کا جواب دیتا۔ اگر نہ دے گا تو سامع بے خبروں کی طرح ہوگا۔ یا جیسے کوئی جانور جو آواز تو سنتا ہے، لیکن مطلب نہیں سمجھتا، یا کسی اندھے، گونگے، بہرے کی طرح، جیسے کچھ سمجھ نہ آئے۔ یہ حالت تو بہت بُری حالت ہے۔ پھر مستحب ہے کہ رحمت کی آیت سے گزرے، تو رحمت کا سوال کرے۔ عذاب کی آیت سے گزرے تو پناہ مانگی جنت کا تذکرہ ہو تو اس کا سوال کرے۔ دوزخ کا ذکر ہو تو پناہ مانگے۔ اگر تنزیہ کی آیت ہو، تو اللہ کی پاکیزگی بیان کرے۔ تعریف کی آیت ہو، تو اللہ کی تعریف کرے، علی ہذا القیاس جب تسبیح کی آیت سے گزرے تو تسبیح بیان کرے۔ جب سوال کا ذکر ہو، تو سوال کرے اور جب تعوذ سے گزرے تو پناہ مانگے نماز میں قاری کے لیے یہ سب امور مستحب ہیں۔ اور ہم اسے امام اور مقتدی، منفرد سب کے لیے مستحب جانتے ہیں۔

## فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 3 ص 131-134

محدث فتویٰ